

اسلامی ہند میں اشاعتِ حدیث

سندھ میں عربوں کا پہلا حملہ صحابہ کرام کے زمانے میں یعنی ۲۳ھ - ۶۴۳ء میں ہوا تھا لیکن اس پر مکمل فتح تابعین کے ابتدائی زمانے میں حاصل ہوئی، جب کہ علمِ حدیث ایک نئے ارتقائی دور میں داخل ہو چکا تھا۔ اس وقت تک اس بات کی کوئی باقاعدہ کوشش نہیں کی گئی تھی کہ دنیا کے مختلف حصوں میں علما کے پاس احادیث کا جو وسیع ذخیرہ منتشر حالت میں ہے اس کو یک جا کر دیا جائے اور اس ضمن میں حکومت نے بھی کوئی اقدام نہیں کیا تھا لیکن جب حضرت عمر بن عبدالعزیز (۹۹ تا ۱۰۱ھ) خلیفہ ہوئے تو حالات نے ایک نیا رخ اختیار کر لیا۔ عمر بن عبدالعزیز خود ایک ممتاز محدث تھے اور انھوں نے والیوں کے نام ایک حکم جاری کیا تھا جس میں علما کو احادیث جمع اور مرتب کرنے پر توجہ دلائی گئی تھی جو وقت کی ایک اہم ترین ضرورت تھی۔ خلیفہ کی تفویض کردہ اس ذمہ داری نے علمِ حدیث میں ایک نئی روح پھونک دی اور علمائے دین و اساتذہ احادیثِ نبویؐ کو جو منتشر حالت میں تھیں، یک جا اور مرتب کرنے میں منہمک ہو گئے۔

علمِ حدیث اپنی ترقی کے اسی دور میں سندھ میں داخل ہوا تھا، لیکن تیسری صدی ہجری کے اواخر میں منصورہ اور طمان کی آزاد عرب ریاستوں کے قیام سے پہلے سندھ میں اس علم کو کوئی نمایاں ترقی نہیں ہو سکی اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دوسری اور تیسری صدی میں جب کہ علمِ حدیث مدون کیا جا رہا تھا سندھ دوسرے اسلامی ممالک کے ساتھ اس میدان میں گامزن نہ ہو سکا۔ تاہم علمِ حدیث کے اس ارتقائی دور میں سندھی قبائل سے تعلق رکھنے والے ذہین طالبانِ علم کی ایک جماعت نے جو عراق میں سکونت پذیر ہو گئی تھی اور ہندی اسیرائل جنگ نے جو اسلام قبول کر کے مسلمان ملکوں میں آباد ہو گئے تھے، علمِ حدیث کی ترقی و اشاعت میں عملی حصہ لیا اور ان میں سے الاوزاعی (م ۵۷ھ) شام میں بیحد النبی

دم ۱۷۰ھ) مدینہ منورہ اور بغداد میں اور بغداد السنذی (دم ۲۲۲ھ) خراسان میں احادیث کے قدیم جامع اور مرتب کی حیثیت سے بہت ممتاز اور مشہور ہوئے۔ رجاء السنذی کے ایک پوتے محمد السنذی (دم ۲۸۶ھ) نے مسلم (دم ۲۶۱ھ) کی جامع الصصحیح کی ایک مستخرج مرتب کی تھی اور خلف السنذی (دم ۲۳۱ھ) نے جو تیسری صدی کے اوائل میں حدیث کے ایک شوقین طالب علم تھے، ایک مسند تیار کی تھی۔ لیکن بدقسمتی سے نہ تو مستخرج دست برد زبانہ سے محفوظ رہی اور نہ مسند۔ اگر یہ دونوں کتابیں محفوظ رہتیں تو علم حدیث کے تشکیلی دور میں اس علم کی ترقی کے لیے ہندی محدثین کی خدمات کا ایک قابل قدر ثبوت ہوتی۔ تاہم ہندی راویوں کی سند سے روایت کردہ احادیث کافی تعداد میں صحاح ستہ اور احادیث کے دوسرے مجموعوں میں موجود ہیں۔

جب مذکورہ بالا ہندی راویان حدیث بیرون ہند علم حدیث کی خدمت کر رہے تھے تو سندھ میں بھی منصوبہ اور ملتان کے آزاد عرب حکمرانوں کی سرپرستی میں علم حدیث کے مراکز قائم ہو گئے تھے جنہوں نے کئی اچھے محدث پیدا کیے اور علم حدیث میں مہارت و قابلیت حاصل کرنے کے لیے بہت سے طلباء کو بیرونی ممالک میں بھیجا۔ حقیقت یہ ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں سندھی محدثین نے علم حدیث کی ترقی و اشاعت میں بڑی محنت و قابلیت کا ثبوت دیا لیکن بدقسمتی سے ان کی علمی سرگرمیاں مستقل طور پر اور زیادہ مدت تک جاری نہ رہ سکیں کیونکہ اس صدی کے آخر میں اسماعیلیوں نے ان ریاستوں پر قبضہ کر لیا۔ اس سیاسی انقلاب سے سندھ میں علم حدیث کو زبردست صدمہ پہنچا اور ہند میں حدیث کی تعلیم و اشاعت کا پہلا دور اچانک ختم ہو گیا۔

دوسرے دور کا آغاز سلطان محمود غزنوی (۳۸۸ تا ۴۲۱ھ) کی تخت نشینی سے ہوا جو شافعی تھے۔ سلطان محمود اور ان کے جانشینوں کے عہد میں لاہور علم حدیث کا ایک مرکز بن گیا۔ لاہور کے محدثین میں امام صفحانی (دم ۶۵۰ھ) بھی تھے جو اپنے زمانے کے ایک عظیم ترین محدث اور ماہر لسانیات تھے اور مشارق الانوار کے مصنف اور موجودہ شکل میں، جو ایشیا کے اسلامی ممالک میں مقبول و مروج ہے، صحیح بخاری کے مرتب تھے۔

اور اس حیثیت سے صفائی کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

۱۷۰۲ء/۱۲۰۶ عیسوی سلطنتِ دہلی کے قیام سے علمِ حدیث ہند میں اپنی ترقی کے تیسرے دور میں داخل ہوا۔ ہند میں ترکوں کی حکومت کی ابتدائی صدیاں، بالخصوص ساتویں اور آٹھویں صدی فقہاء کے عروج کا زمانہ تھیں، جو قاضیوں کے فرائض منصبی ادا کرنے میں اس قدر مصروف رہتے تھے کہ انھوں نے ہند میں قائم شدہ نئی مسلم سلطنت میں علمِ حدیث کی تعلیم و اشاعت پر کوئی توجہ نہ کی اور حدیثِ نبوی سے اپنی محبت کا کوئی ثبوت نہیں دیا۔ لیکن ہند میں علمِ حدیث کے اس مایوس کن دور میں شیخ زکریا ملتانی (م ۶۶۶ھ) شیخ نظام الدین اولیا (م ۷۲۵ھ) شیخ شرف الدین یحییٰ مینوی اور سید علی ہمدانی (م ۸۶۶ھ) جیسے نامور صوفی علما نے خود علمِ حدیث کا مطالعہ کیا اور خائفانہ ہوں میں اپنے مریدوں کو بھی اس کی تعلیم دی۔ چنانچہ علمِ حدیث سے ان بزرگوں کی محبت و انہماک کی بدولت آٹھویں صدی ہجری میں شمالی ہند کی بعض خانقاہوں میں صحاح ستہ کی تعلیم مقبول و مروج ہو گئی۔

یہ امر واقعہ ہے کہ ہند کے ثقافتی روابط جب تک وسطی ایشیا کے ممالک تک محدود رہے، علمِ حدیث کو ہند میں کوئی نمایاں ترقی حاصل نہیں ہو سکی۔ کیونکہ وسطی ایشیا کے ممالک بالخصوص ماوراء النہر و خراسان اور عراق فضا اور مقولات کے مرکز تھے اور چونکہ ہند کو وسطی ایشیا کی فوجوں نے فتح کیا تھا اس لیے ہند پر ان ملکوں کے علما و مفکرین کا گہرا اثر پڑا۔ مزید برآں شریعتِ اسلامی کے مطابق فیصلے کرنے کے لیے ہند میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی سلطنت میں فقہاء کی قویہٴ مانگ تھی مگر محدثین کے لیے ایسے مواقع نہ تھے۔ چنانچہ فقہاء کے لیے تو ہند بڑی ترغیب و کشش رکھتا تھا لیکن محدثین کے لیے اس میں کوئی کشش نہ تھی۔ یہی سبب ہے کہ شروع ہی سے دہلی میں وسطی ایشیا کے فقہاء کا ہجوم ہو گیا۔ لیکن عبدالعزیز اور دہلی کے سوا کوئی قابلِ ذکر محدث ہند میں علمِ حدیث کی تشاہدہ ثانیہ سے قبل کے دور میں نقلِ وطن کر کے نہیں آیا۔

ہند میں علمِ حدیث کا چوتھا دور جسے اس علم کے احباب کا دور قرار دیا جاتا ہے نویں صدی ہجری کی ابتدا میں شروع ہوا، جب دکن میں بہمنی اور گجرات میں مظفر شاہی دو آزاد

مسلم سلطنتیں قائم ہو گئیں اور بحری راستے کھل جانے کی وجہ سے ہند اور عرب کے درمیان ثقافتی تعلقات کا آغاز ہو گیا۔ اس طرح چار صدیوں کے طویل وقفہ کے بعد عرب سے ہند کے علمی روابط کی تجدید ہو گئی جو مندر پر اسماعیلیوں کا قبضہ ہو جانے کی وجہ سے معطل ہو گئے تھے۔ چنانچہ حجاز اور مصر سے محدثین کی آمد کے باعث دسویں صدی کے وسط تک ہند میں علم حدیث کی بہت وسیع اشاعت ہوئی اور اس سے غیر معمولی اور حیرت انگیز نتائج برآمد ہوئے۔ اب ہندی محدثین معلم، مترجم اور مرتب کی حیثیت سے ہند اور حجاز میں بہ یک وقت علم حدیث کی خدمت کرنے لگے۔ اور یہ صورت حالی تیرھویں صدی ہجری کے اواخر میں دیوبند میں دارالعلوم اور سہارن پور میں مظاہر العلوم کے قیام تک برقرار رہی۔ دارالعلوم اور مظاہر العلوم کے قیام سے ہند میں حدیث کی تعلیم و اشاعت کے ترقی پذیر دورِ جدید کا آغاز ہو گیا۔ اب تک اسلامی ہند میں کوئی ایسا مرکزی ادارہ نہ تھا جہاں علم حدیث کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی، اس لیے ہندی طلباء اس علم میں خصوصی مہارت حاصل کرنے کے لیے حجاز جایا کرتے تھے۔ لیکن ان دورِ بڑے اداروں نے ہندی مسلمانوں کی ایک ایسی ضرورت پوری کر دی، جو بہت عرصہ سے محسوس کی جا رہی تھی اور تحصیل علم حدیث کے معاملے میں وہ خود کفایتی ہو گئے۔

(ترجمہ)

کلام حکیم

مرتبہ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی

یہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم مرحوم کا مجموعہ کلام ہے۔ خلیفہ صاحب مرحوم کو شعر گوئی کا ذوق فطری طور پر ودیعت ہوا تھا اور انھوں نے غزل، نظم، قطع، رباعی وغیرہ مختلف اصنافِ سخن پر طبع آزمائی کر کے اپنی شعری صلاحیتوں کا سکھ بھی بٹھا دیا۔ اس مجموعے میں ان کے متوازن و متحرک ذہن کے بہت گوشے بے نقاب نظر آتے ہیں۔ قیمت : ۹/۵۰ روپے

ملنے کا پتہ : ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور